خطبہ نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 24 مئی 2021ء | 11 شوال 1442 ہجری قمری | جلد: 3 | شمارہ: 122

ارشاد باری تعالیٰ

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الۡمَلِكُ الۡحَقُّ ۚ وَ لَا تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يُّقۡضٰۤى اِلَيۡكَ وَحۡيُهٗ ۫ وَ قُلۡ رَّبِّ زِدۡنِىۡ عِلۡمًا

(سورۃ طٰہٰ آیت 115)

ترجمہ: پس اللہ سچا بادشاہ بہت رفیع الشان ہے، پس قرآن (کے پڑھنے) میں جلدی نہ کیا کر پیشتر اس کے کہ اس کی وحی تجھ پر مکمل کر دی جائے۔ اور یہ کہا کر کہ اے میرے ربّ! مجھے علم میں بڑھا دے۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! اگر کسی کو علم کی بات معلوم ہو تو بتا دینی چاہئے۔ اور جسے علم کی کوئی بات معلوم نہ ہو تو سوال ہونے پر وہ جواب دے کہ اَللّٰہُ اَعۡلَمُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ کیونکہ یہ بھی علم کی بات ہے کہ انسان جس بات کو نہیں جانتا اس کے متعلق کہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

(بخاری کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ ص باب قولہ وما انا من المتکلفین)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

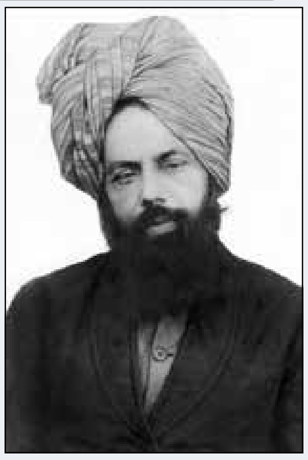

تکمیل عملی، تکمیل علمی کے بغیر محال ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

’’دین تو چاہتا ہے مصاحبت ہو پھر مصاحبت سے گریز ہو تو دینداری کے حصول کی امید کیوں رکھتا ہے؟ ہم نے بارہا اپنے دوستوں کو نصیحت کی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ وہ بار بار یہاں آ کر رہیں اور فائدہ اٹھائیں مگر بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ لوگ ہاتھ میں ہاتھ دے کر دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں۔ مگر اس کی پروا کچھ نہیں کرتے۔ یاد رکھو! قبریں آوازیں دے رہی ہیں اور موت ہر وقت قریب ہوتی جاتی ہے۔ ہر ایک سانس تمہیں موت کے قریب کرتا جاتا ہے اور تم اسے فرصت کی گھڑیاں سمجھتے جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے مکر کرنا مومن کا کام نہیں ہے۔ جب موت کا وقت آ گیا پھر ساعت آگے پیچھے نہ ہو گی۔ وہ لوگ جو اس سلسلے کی قدر نہیں کرتے اور انہیں کوئی عظمت اس کی معلوم نہیں ان کو جانے دو۔ مگر ان سب سے بڑھ کر بدقسمت اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا تو وہ ہے جس نے اس سلسلے کو شناخت کیا اور اس میں شامل ہونے کی فکر کی لیکن اس نے کچھ قدر نہ کی۔ وہ لوگ جو یہاں آ کر میرے پاس کثرت سے نہیں رہتے اور ان باتوں سے جو خدا تعالیٰ ہر روز اپنے سلسلے کی تائید میں ظاہر کرتا ہے نہیں سنتے اور دیکھتے، وہ اپنی جگہ پر کیسے ہی متقی اور پرہیزگار ہوں مگر مَیں یہی کہوں گا کہ جیسا چاہئے انہوں نے قدر نہیں کی۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ تکمیل علمی کے بعد تکمیل عملی کی ضرورت ہے۔ پس تکمیل عملی بدوں تکمیل علمی کے محال ہے اور جب تک یہاں آ کر نہیں رہتے تکمیل علمی مشکل ہے۔ بارہا خطوط آتے ہیں کہ فلاں شخص نے اعتراض کیا اور ہم جواب نہ دے سکے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ یہی کہ وہ لوگ یہاں نہیں آتے اور ان باتوں کو نہیں سنتے جو خدا تعالیٰ اپنے سلسلے کی تائید میں علمی طور پر ظاہر کر رہا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 124-125)

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

آج یہ ذمہ داری ہم احمدیوں پر سب سے زیادہ ہے کہ علم کے حصول کی خاطر زیادہ سے زیادہ محنت کریں، زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی قرآن کریم کے علوم و معارف دیئے گئے ہیں۔ اور آپؑ کے ماننے والوں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں انہیں علم و معرفت اور دلائل عطا کروں گا۔ تو اس کے لئے کوشش اور علم حاصل کرنے کا شوق اور دعا کہ اے میرے اللہ! اے میرے رب! میرے علم کو بڑھا، بہت ضروری ہے۔ گھر بیٹھے یہ سب علوم و معارف نہیں مل جائیں گے۔ اور پھر اس کے لئے کوئی عمر کی شرط بھی نہیں ہے۔ تو سب سے پہلے تو قرآن کریم کا علم حاصل کرنے کے لئے، دینی علم حاصل کرنے کے لئے ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بے بہا خزانے مہیا فرمائے ہیں ان کو دیکھنا ہو گا۔ ان کی طرف رجوع کریں، ان کو پڑھیں کیونکہ آپؑ نے ہمیں ہماری سوچوں کے لئے راستے دکھا دیئے ہیں۔ ان پر چل کر ہم دینی علم میں اور قرآن کے علم میں ترقی کر سکتے ہیں اور پھر اسی قرآنی علم سے دنیاوی علم اور تحقیق کے بھی راستے کھل جاتے ہیں۔ اس لئے جماعت کے اندر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھنے کا شوق اور اس سے فائدہ اٹھانے کا شوق نوجوانوں میں بھی اپنی دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہونا چاہئے۔ بلکہ جو تحقیق کرنے والے ہیں، بہت سارے طالب علم مختلف موضوعات پر ریسرچ کر رہے ہوتے ہیں، وہ جب اپنے دنیاوی علم کو اس دینی علم اور قرآن کریم کے علم کے ساتھ ملائیں گے تو نئے راستے بھی متعین ہوں گے، ان کو مختلف نہج پر کام کرنے کے مواقع بھی میسر آئیں گے جو اُن کے دنیادار پروفیسران کو شاید نہ سکھا سکیں۔ اسی طرح جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ بڑی عمر کے لوگوں کو بھی یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ عمر بڑی ہو گئی اب ہم علم حاصل نہیں کر سکتے۔ ان کو بھی اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ

بقیہ صفحہ 8 پر

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- انذار و تبشیر (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

دربارِ خلافت

مجھے نہ کسی انسان نے، نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے (خلیفہ اولؓ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں اس آیت کی کچھ وضاحت کرتا ہوں، آپؑ فرماتے ہیں:۔

’’اللہ تعالیٰ دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے، دوسرے ایسے وقت جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتے ہیں خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشیں نادان مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا۔ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمۡ دِیۡنَھُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَھُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ اَمۡنًا (النور:۵۶)۔ یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزل مقصود تک پہنچاویں فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل میں ان کے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا۔ جیسا کہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰؑ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ معاملہ ہوا اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے اور ایک ان میں سے مرتد بھی ہو گیا‘‘۔

فرمایا: ’’سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے‘‘۔

اور یہ وعدہ بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اس لئے اس وقت تک ہے جو لوگ نیک اعمال بجالاتے رہیں گے وہ ہی خلافت سے چمٹے رہیں گے۔ ’’اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر ہے۔ اپنی موت کو قریب سمجھو۔ تم نہیں جانتے کہ کسی وقت وہ گھڑی آ جائے گی‘‘۔

اور فرمایا کہ: ’’چاہئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں‘‘۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کئی کھڑے ہو جائیں بیعت کرنے کے لئے بلکہ مختلف اوقات میں ایسے آتے رہیں گے۔

’’خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے

بقیہ صفحہ 8 پر

یہ کیسی عید ہے یاربّ

یہ وہ ہی صحن ہے جس میں نمازِ عید پڑھنی تھی
مگر اب خوں میں لت پت مسکنِ آہ وبکا ہو کر
یہ وہ ہی ہاتھ ہے جس پر حنا میں نے رچانی تھی
وہی اب خون سے رنگین ہے تن سے جدا ہو کر
مرا بازو کہاں ہے ماں؟ جسے پھولوں کے گجروں سے
بڑے ہی شوق سے اور ناز سے میں نے سجانا تھا
مرے پاؤں کہاں ہیں جن پہ چل کر کتنے چاؤ سے
مجھے بھی عید پڑھنے کے لیے مسجد میں جانا تھا
چلو چھوڑو! یہ سب کچھ ہی، مجھے بس یہ تو بتلا دو
مرے بابا کہاں ہیں ماں؟ ابھی تو تھے یہیں بیٹھے
ابھی شیرینی لینے کے لیے بازار جاتے تھے
ذرا بھیجو نا بھائی کو، کہ وہ جا کر پتہ کرلے
نہیں رک جاؤ، ڈرتی ہوں کہیں ایسا نہ ہوجائے
کہ میرا بھائی میرے بابا کی مانند کھوجائے
نجانے آج ہی کیونکر یہ آتش بازی کرتے ہیں
ابھی تو عید میں کچھ دن ہیں، گولے کیوں برستے ہیں؟
سنا تھا عید کی رنگینیوں میں سب ہی ہنستے ہیں
مگر کیوں ہر طرف سے سسکیوں کا شور برپا ہے؟
نجانے کون ظالم ہے جو بچوں کو ڈراتا ہے
مجھے انساں نہیں لگتا جو ماؤوں کو رلاتا ہے
زمینی ان خداؤں کو ذرا جاؤ، یہ بتلاؤ
تمہارا کیا بنے گا جب مدد اللہ کی آئے گی؟
تمہاری چھین لی جائیگی چھت، تو کیا کروگے تم؟
تمہارے ہاتھ اور بازو کٹیں گے کیا کرو گے تب؟
رکو! تم کو بتاتی ہوں کہ اب انجام کیا ہوگا
تم اپنی ظلم کی پاداش میں جلتے رہوگے سب
سہارا تم نہ پاؤگے میں جب رو کر یہ پوچھوں گی
نہ جس میں باپ کا سایہ، نہ جس میں پیار کی ٹھنڈک
یہ کیسی عید ہے یاربّ؟

سدرۃ المنتہیٰ۔کینیڈا

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 21/ مئی 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

حضرت عمرؓ نے غزوۂ احد کے بعد مدینہ واپسی پر رسول اللہ ﷺ سے منافقین کے قتل کی اجازت چاہی لیکن آپؐ نے فرمایا کہ مجھے کلمہ گو کے قتل سے منع کیا گیا ہے

مظلوم فلسطینیوں کے لیے خصوصی دعا کی تحریک

بارہ مرحومین: مکرم قریشی محمد فضل اللہ صاحب نائب ناظر اشاعت قادیان، مکرم سیّد بشیرالدین احمد صاحب مبلغ سلسلہ قادیان، مکرم بشارت احمد صاحب حیدر واقفِ زندگی قادیان ابن فیض احمد صاحب شانہ، مکرم ڈاکٹر محمد علی خان صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع پشاور، مکرم رفیع خان شہزادہ صاحب سابق صدر محلہ دارالرحمت شرقی راجیکی ربوہ، مکرم ایاز یونس صاحب آسٹریلیا، مکرم میاں طاہر احمد صاحب ابن میاں قربان حسین صاحب سابق کارکن وکالت مال ثالث ربوہ، مکرم رفیق آفتاب صاحب یوکے، مکرمہ زرینہ اختر صاحبہ اہلیہ مرزا نصیر احمد صاحب چٹھی مسیح استاد جامعہ احمدیہ یوکے، مکرم حافظ محمد اکرم صاحب، مکرم چوہدری نور احمد ناصر صاحب، ۱۲۔ مکرم محمود احمد منہاس صاحب ابن حکیم عبیداللہ منہاس صاحب کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 21/ مئی 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت صہیب احمد صاحب کے حصے میں آئی۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عمرؓ کا ذکر چل رہا تھا، آپؓ غزوۂ بدر سمیت تمام غزوات اور متعدد سرایہ میں شریک ہوئے۔ غزوۂ بدر میں حضرت عمرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت ابوبکرؓ ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ جنگِ بدر کے موقعے پر رسول اللہ ﷺ قریش کے تجارتی قافلے کی روک تھام کے لیے نکلے تو راستے میں خبر ملی کہ قریش کا ایک انتہائی تیز رفتار لشکر تجارتی قافلے کو بچانے کے لیے نکل پڑا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو یہ خبر دی اور مشورہ طلب کیا تو ایک گروہ نے لشکر کو چھوڑنے اور تجارتی قافلے کا قصد کرنے کے حق میں رائے دی۔ یہ مشورہ سن کر حضور ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہوگیا۔ ایسے وقت میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت مقدادؓ نے انتہائی پُراثر تقاریر کیں اور ہر حال میں آنحضرت ﷺ کا ساتھ دینے کا یقین دلایا۔

حضورِ انور نے غزوۂ بدر کے قیدیوں سے متعلق صحیح مسلم میں منقول حضرت ابن عباسؓ سے مروی ایک روایت پیش کی اور اسے مبہم قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مصلح موعودؓ کا ایک غیر مطبوعہ تفسیری نوٹ ملا ہے جو ان روایات کی تردید کرتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ اسلام سے پہلے عرب میں رواج تھا اور دنیا کے بعض حصوں میں اب تک چلا آتا ہے کہ اگر جنگ اور لڑائی نہ بھی ہو تب بھی قیدی پکڑ کر انہیں غلام بنا لیتے تھے، یہ آیت (سورۂ انفال:68) اس قبیح رسم کو منسوخ کرتی ہے۔ کہتے ہیں جنگِ بدر کے موقعے پر مسلمانوں نے کچھ قیدی پکڑ لیے تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ ان کو قتل کر دینا چاہیے جبکہ حضرت ابوبکرؓ نے رائے دی کہ انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے ابوبکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو طبری کی تفسیر کے مطابق گویا خدا نے آنحضرت ﷺ کے فعل کو ناپسند فرمایا مگر یہ تفسیر غلط ہے۔ اوّل تو اُس وقت تک خدا نے ایسا کوئی حکم نازل نہیں کیا تھا۔ دوم اس سے پہلے نخلہ کے مقام پر آنحضرت ﷺ دو آدمیوں سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ چکے تھے۔ سوم یہ کہ صرف دو آیتوں بعد خدا مسلمانوں کو اجازت دیتا ہے کہ مالِ غنیمت سے جو کچھ تمہیں ملے اس کو کھاؤ وہ حلال اور طیّب ہے۔ پس یہ تفسیر ہی غلط ہے اور صحیح تفسیر یہی ہے کہ اس آیت میں ایک عام اصول مقرر فرما دیا ہے کہ قیدی اسی صورت میں پکڑے جاسکتے ہیں جب باقاعدہ جنگ ہو۔

حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کے خاوند جنگِ بدر میں شریک ہوئے اور بدر کے بعد بیمار ہو کر وفات پاگئے۔ اس وقت حضرت حفصہؓ کی عمر بیس سال سے زائد تھی چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت ابوبکرؓ سے حضرت حفصہؓ سے نکاح کر لینے کے متعلق بات کی۔ جب دونوں کی طرف سے اس معاملے پر خاموشی اور مثبت جواب نہ ملا تو عمرؓ کو بہت ملال ہوا۔ آپؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عمرؓ فکر نہ کرو خدا کو منظور ہوا تو حفصہ کو عثمانؓ و ابوبکرؓ سے بہتر خاوند اور عثمانؓ کو حفصہؓ سے بہتر بیوی ملے گی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ یہ آپؐ نے اس لیے فرمایا کہ آپؐ حفصہؓ سے شادی کر لینے اور اپنی لڑکی ام کلثومؓ کو حضرت عثمانؓ سے بیاہ دینے کا ارادہ کر چکے تھے جس سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں کو اطلاع تھی اور اسی لیے انہوں نے حضرت عمرؓ کی تجویز کو ٹال دیا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ نے خود اپنی طرف سے حضرت حفصہؓ کے لیے پیغام بھیجا تو حضرت عمرؓ نے نہایت خوشی سے رشتہ قبول کیا اور شعبان 3/ ہجری میں حضرت حفصہؓ آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آ کر حرمِ نبویؐ میں داخل ہوگئیں۔

غزوۂ احد کے موقعے پر جب قریش نے تقریباً چاروں طرف سے شدید حملہ کیا اور مسلمانوں کے عَلم بردار حضرت مصعب بن عمیرؓ شہید ہوئے تو چونکہ اُن کا ڈیل ڈول آنحضرت ﷺ سے ملتا تھا لہٰذا یہ شور مچ گیا کہ آنحضرت ﷺ شہید ہوگئے ہیں۔ اس خبر سے مسلمانوں کے رہے سہے اوسان خطا ہوگئے اور ان کی جمعیت بالکل منتشر ہوگئی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت مسلمان تین حصّوں میں منقسم تھے۔ ایک گروہ جو آنحضرت ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر بھاگ گیا تھا مگر یہ سب سے تھوڑا تھا۔ دوسرے وہ جو اس خبر کو سن کر ہمت ہار بیٹھے تھے اور اب لڑنے کو بےکار سمجھتے تھے۔ تیسرا گروہ وہ تھا جو برابر لڑ رہا تھا۔ یہ مسلمانوں کے لیے ایک سخت ابتلا اور امتحان کا وقت تھا چنانچہ حضرت عمرؓ بھی انہی لوگوں میں سے تھے جو مایوس ہو کر ایک طرف بیٹھ گئے۔ ان لوگوں کو جوں جوں آنحضرت ﷺ کے زندہ موجود ہونے کا پتہ لگتا یہ دیوانوں کی طرح لڑتے بھڑتے آپؐ کے اردگرد جمع ہوتے جاتے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ پہاڑ کی گھاٹی پر پہنچے تو کفار کے ایک گروہ نے گھاٹی پر حملہ کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس وقت دعا کی کہ اے اللہ! یہ لوگ ہمارے پاس نہ پہنچ سکیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے چند مہاجرین کے ساتھ ان مشرکین کا مقابلہ کیا اور مارتے مارتے ان کو بھگا دیا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ابوسفیان اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اس درّے کی طرف بڑھا جہاں مسلمان جمع تھے اور پکار کر بولا مسلمانو کیا تم میں محمد ہے؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی جواب نہ دے۔ پھر اس نے ابوبکرؓ و عمرؓ کا پوچھا مگر اس پر بھی آپؐ کے ارشاد کے ماتحت کسی نے جواب نہ دیا۔ جس پر ابوسفیان نے بلند آواز سے فخر کے لہجے میں کہا کہ یہ سب لوگ مارے گئے ہیں کیونکہ اگر وہ زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔ اس پر حضرت عمرؓ سے رہا نہ گیا اور وہ بےاختیار ہو کر بولے اے عدو اللہ! تُو جھوٹ کہتا ہے ہم سب زندہ ہیں اور خدا ہمارے ہاتھوں سے تمہیں ذلیل کرے گا۔ جب ابوسفیان نے اُعْلُ ھبل یعنی اے ہبل! تیری شان بلند ہو کا نعرہ لگایا تو آنحضرت ﷺ جو اپنے نام پر خاموش رہنے کا حکم دے چکے تھے اب خدا تعالیٰ کے مقابلے میں بت کا نام آتے ہی بےتاب ہوگئے اور فرمایا تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ کہو اللّٰہ اَعْلٰی وَ اَجَلّ یعنی بلندی اور بزرگی صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ ابوسفیان نے کہا لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم ہمارے ساتھ عزیٰ ہے اور تمہارے ساتھ عزیٰ نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہو اللّٰہ مولنا ولا مولٰی لکم، عزیٰ کیا چیز ہے۔ ہمارے ساتھ اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ احد کے بعد مدینہ پہنچے تو منافقین اور یہود خوشیاں منانے لگے کہ محمد ﷺ بادشاہت کے طلب گار ہیں اور آج تک کسی نبی نے اتنا نقصان نہیں اٹھایا جتنا انہوں نے اٹھایا۔ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ان منافقین کے قتل کی اجازت چاہی لیکن آپؐ نے فرمایا کہ مجھے کلمہ گو کے قتل سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت عمرؓ کا ذکر آئندہ جاری رہنے کا ارشاد فرمانے کے بعد حضورِ انور نے مظلوم فلسطینی عوام کے لیے ایک بار پھر دعا کی تحریک کی۔ فرمایا گو جنگ بندی ہوگئی ہے لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ کچھ عرصے بعد کسی نہ کسی بہانے سے دشمن ان مظلوم فلسطینیوں کو ظلم کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور فلسطینیوں کو بھی حقیقی آزادی میسر آئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ایسے لیڈر عطا فرمائے جن میں عقل و فراست ہو۔

اسی طرح احمدیوں کے لیے، جو ظلم کا نشانہ بن رہے ہیں خاص طور پر پاکستان میں ان کے لیے بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی حفاظت میں رکھے۔

اس کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے درج ذیل مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا:

1۔ مکرم قریشی محمد فضل اللہ صاحب نائب ناظر اشاعت قادیان جو 27/اپریل کو وفات پاگئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

2۔ مکرم سیّد بشیرالدین احمد صاحب مبلغ سلسلہ قادیان جو تراسی برس کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

3۔ مکرم بشارت احمد صاحب حیدر واقفِ زندگی قادیان ابن فیض احمد صاحب شانہ۔ ان کی 71 برس کی عمر میں گذشتہ دنوں وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

4۔ مکرم ڈاکٹر محمد علی خان صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع پشاور جو 67 برس کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

5۔ مکرم رفیع خان شہزادہ صاحب سابق صدر محلہ دارالرحمت شرقی راجیکی ربوہ جو 30/ مارچ کو 82 برس کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

6۔ مکرم ایاز یونس صاحب آسٹریلیا۔ یہ 24 مارچ کو سیلابی پانی میں ڈوب جانے کی وجہ سے وفات پاگئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

7۔ مکرم میاں طاہر احمد صاحب ابن میاں قربان حسین صاحب سابق کارکن وکالت مال ثالث ربوہ جو 67 برس کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

8۔ مکرم رفیق آفتاب صاحب یوکے جو گذشتہ ماہ 63 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

9۔ مکرمہ زرینہ اختر صاحبہ اہلیہ مرزا نصیر احمد صاحب چٹھی مسیح استاد جامعہ احمدیہ یوکے۔ مرحومہ گذشتہ ماہ وفات پاگئی تھیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

10۔ مکرم حافظ محمد اکرم صاحب جو اسّی سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

11۔ مکرم چوہدری نور احمد ناصر صاحب جو بیاسی سال کی عمر میں وفات پاگئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

12۔ مکرم محمود احمد منہاس صاحب ابن حکیم عبیداللہ منہاس صاحب جو 75 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضورِ انور نے تمام مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا کی۔

☆...☆...☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 30؍اپریل 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

ہمیں رمضان کے آخری عشرے میں خاص طور پر اپنی عبادتوں کو سنوارنے اور درود اور استغفار پڑھنے، توبہ کرنے، دعائیں کرنے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بھی حق ادا کرنے اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی بہت زیادہ توجہ دینی چاہیے تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن کر جہنم سے بچنے والے ہوں

رمضان المبارک اور بالخصوص آخری عشرہ کی مناسبت سے درود شریف اور توبہ و استغفار کی اہمیت کا بیان اور ان کے ورد کی تلقین

پاکستان میں جماعت احمدیہ کے مخالفانہ حالات کے پیش نظر احمدیوں کے لیے نیز کورونا کی بلا سے نجات کے لیے دعا کی تحریک

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج کل ہم ماہِ رمضان میں سے گزر رہے ہیں اور دو دن تک آخری عشرے میں بھی شامل ہونے والے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رمضان کے آخری عشرے میں جہنم سے نجات دیتا ہے۔

(کنز العمال جزء ۸ صفحہ ۴۶۳ حدیث ۲۳۶۶۸ موسسة الرسالة بیروت ۱۹۸۵ء)

پس ہمیں ان دنوں میں خاص طور پر اپنی عبادتوں کو سنوارنے اور درود اور استغفار پڑھنے، توبہ کرنے، دعائیں کرنے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بھی حق ادا کرنے اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی بہت زیادہ توجہ دینی چاہیے تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن کر جہنم سے بچنے والے ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا اسوہ اور طریق رمضان کے آخری عشرے میں کیا تھا؟ عبادتوں کے کیا معیار تھے؟ آپؐ کے تو عام دنوں میں بھی عبادتوں کے وہ معیار تھے کہ ہم ان کا الفاظ میں بیان بھی نہیں کر سکتے لیکن رمضان میں ان کی کیا حالت ہوتی تھی اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپؐ اتنی کوشش فرماتے کہ جو اس کے علاوہ کبھی دیکھنے میں نہ آتی۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب فضل لیلۃ القدر باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان حدیث 2024)

پس یہ تو ظاہر ہے کہ یہ ہمارے تصور سے باہر ہے کہ کیا کوششیں ہوتیں اور حضرت عائشہؓ بھی ان کوششوں کو پوری طرح بیان نہیں فرما سکیں کہ کیا کوششیں تھیں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا مومنوں کو حکم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے اسوۂ حسنہ ہیں تم نے ان کی پیروی کرنی ہے اور اپنی استعدادوں کے مطابق انہی اعلیٰ معیاروں تک پہنچنے کی کوشش کرنی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے قائم فرمائے۔ تبھی اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنے گا اور ہم اس راستے پر چلنے والے اور اس مقام کی طرف بڑھنے والے ہوں گے جو ایک مومن کا راستہ ہے اور وہ مقام ہے جسے ایک مومن کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پس ہمیں چاہیے کہ ان دنوں میں خاص طور پر دعاؤں میں لگ جائیں۔

آج کل احمدیوں کو تو خاص طور پر اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ بعض ملکوں میں خاص طور پر پاکستان میں اور باقی مسلمان ممالک میں بھی عموماً جو جماعت کے خلاف مختلف کوششیں ہو رہی ہیں اور جو نفرت کی آگیں ہمارے خلاف بھڑکائی جا رہی ہیں یا ایسی کوشش کی جا رہی ہے اس سے اللہ تعالیٰ ہمیں بچا کے رکھے اور دشمن کے شر اُن پر الٹائے۔ اور اسی طرح یہ بھی دعا کرنی چاہیے کہ یہ وبا جو اب پھیلی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی ہمیں محفوظ رکھے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کے ذریعہ دعاؤں کی طرف نہ صرف توجہ دلائی بلکہ ان کے مقبول ہونے کے طریقے بھی سکھلائے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا بھی قبولیتِ دعا کے لیے بہت ضروری ہے ورنہ وہ دعائیں زمین و آسمان کے درمیان معلق ہو جاتی ہیں۔

(جامع الترمذی ابواب الوتر باب ما جاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ حدیث ۴۸۶)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے مجھ پر درود بھیجنا چھوڑ دیا وہ جنت کی راہ کھو بیٹھا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب اقامة الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبیؐ حدیث ۹۰۸)

اسی طرح ایک یہ بھی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پہ درود بھیجا کرو۔ تمہارا درود بھیجنا خود تمہاری پاکیزگی اور ترقی کا ذریعہ ہے۔

(کنزالعمال جزء اول صفحہ ۲۴۹ کتاب الاذکار/قسم الاقوال، الباب السادس فی الصلوٰۃ علیه وعلی آله علیه الصلاة والسلام روایت نمبر ۲۱۶۴ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۴ء)

پھر یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر دلی خلوص سے درود بھیجے گا اس پر اللہ تعالیٰ دس بار درود بھیجے گا اور اسے دس درجات کی رفعت بخشے گا اور اس کی دس نیکیاں لکھے گا۔

(کتاب السنن الکبریٰ للنسائی جلد۶ صفحہ ۲۱-۲۲ کتاب عمل الیوم واللیلة / ثواب الصلاۃ علی النبی ﷺ روایت نمبر ۹۸۹۲ دارالکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۱ء)

پس ان روایات سے درود شریف کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے اور ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والے ہیں، ہم جو اس بات کے دعویدار ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کا ادراک حاصل کیا ہے وہ اس کے بغیر ممکن نہیں تھا، ہمارا فرض بنتا ہے کہ درود شریف کی اہمیت کو سمجھیں اور زیادہ سے زیادہ درود پڑھنے کی کوشش کریں۔ صرف اس لیے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنے بلکہ اس لیے کہ مستقل پاکیزگی ہماری زندگیوں کا حصہ بن جائے۔ اس درود کے ذریعہ ہم اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے بن جائیں۔ ہم اس درود کے ذریعہ اپنی زندگیوں کو مستقلاً پاکیزہ کرنے والے بن جائیں۔ ہم دینی اور روحانی ترقی حاصل کرنے والے بن جائیں۔ صرف ہمارا دعویٰ یا منہ کی باتیں نہ ہوں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کو مانا ہے بلکہ ہمارا ہر عمل اور ہماری ہر حرکت و سکون ہمارے اس دعویٰ کی عکاسی کرنے والی ہو کہ ہم اس مسیح موعود اور مہدی معہود کو ماننے والے ہیں جس کے بارے میں آسمان پر فرشتوں نے بھی کہا تھا کہ یہ وہ شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت کرنے والا ہے۔

(ماخوذ از براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 598 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اس الہام کا تذکرہ فرماتے ہوئے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ سَيِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ۔ اور درود بھیج محمد اور آل محمد پر جو سردار ہے آدم کے بیٹوں کا اور خاتم الانبیاء ہے صلی اللہ علیہ وسلم، فرمایا کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب مراتب اور تفضلات اور عنایات اس کے طفیل سے ہیں اور اسی سے محبت کرنے کا یہ صلہ ہیں۔ فرمایا: سبحان اللہ اس سرورِ کائنات کے حضرتِ احدیت میں کیا اعلیٰ مراتب ہیں، اس سرورِ کائنات کے حضرتِ احدیت میں کیا ہی اعلیٰ مراتب ہیں اور کس قسم کا قرب ہے کہ اس کا محبوب خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کا خادم ایک دنیا کا مخدوم بن جاتا ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا حق ادا کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مقام حاصل کرتا ہے کہ ایک دنیا اس کے ہاتھ پر جمع ہو کر غلامی کا اعلان کرتی ہے۔ پس آج جو دنیا میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی معہودؑ کا مقام ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی وجہ سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی وجہ سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس محبت ہی کی

وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آنے والا وہ امتی نبی قرار دیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو پھیلانے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ آگے چلانے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اسلام کی اشاعت کے لیے بھیجا گیا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اس مقام پر مجھے یاد آیا کہ ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہوگیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آبِ زلال کی شکل پر یعنی ایک میٹھے اور صاف پانی کی صورت میں بھری ہوئیں نور کی مشکیں فرشتے اس عاجز کے مکان پر لیے آتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجی تھیں اور ایسا ہی عجیب ایک اَور قصہ یاد آیا کہ ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ مَلَاءِ اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادہ الٰہی احیائے دین کے لیے جوش میں ہے لیکن ہنوز مَلَاءِ اعلیٰ پر شخص مُحیی کا تعین ظاہر نہیں ہوئی اس لیے وہ اختلاف میں ہے۔ اسی اثنا میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک مُحیی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا۔ ھٰذَا رَجُلٌ یُّحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اس عہدہ کی یعنی مُحیی کی یا احیائے دین کرنے والے کی جو سب سے بڑی شرط ہے وہ محبتِ رسول ہے۔ سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔

(ماخوذ از براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 597-598 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

پس ہم اُس مسیح و مہدی کے ماننے والے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے احیائے دین کے لیے بھیجا ہے۔ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کا اہم کام دے کر بھیجا ہے۔ ساری دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں لانے کے لیے بھیجا ہے۔ اور آپ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوب کر ہی یہ مقام پایا ہے۔ ہم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشق صادق کی جماعت میں شامل ہیں، ہم جو ہر موقع پر یہ عہد کرتے ہیں کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا کیا ہمارا یہ فرض اور بہت بڑا فرض نہیں ہے کہ اس محیی کے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے، اپنے عہد کو پورا کرتے ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہوئے اس مسیح و مہدی کے معاون و مددگار بنیں۔ دنیا کو بتائیں کہ تم جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعوذ باللہ توہین کرنے والا سمجھتے ہو وہی سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے ہیں۔ وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درود و سلام کا صحیح ادراک حاصل کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق سے اس درود کا صحیح ادراک حاصل کر کے آپ پر درود و سلام بھیجنے والے ہیں۔ ہم ہیں جو رمضان میں نہ صرف اپنی ذاتی دعاؤں کی طرف توجہ دینے والے ہیں بلکہ بے چین ہو کر کہ کس طرح دنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا بول بالا ہو، کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تمام دنیا میں لہرائے، کس طرح لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آ کر اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے والے بنیں، کس طرح لوگ آپؐ کی غلامی میں آنے کو اپنے آپ کے لیے باعثِ فخر سمجھیں، کس طرح لوگ اسلام کے نام کے ساتھ جڑنے کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھیں کہ یہی ایک دین ہے جو دنیا میں امن و سلامتی کی ضمانت ہے۔ یہی ایک دین ہے جو بندے کو خدا تعالیٰ سے جوڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہی ایک دین ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ آج بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے ماننے والوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور انہیں جواب دیتا ہے۔ پس ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو ہم احمدیوں کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ ہم نے ہی دنیا کو اب یہ بتانا ہے۔ پس ہمیں اب یہ دیکھنا ہے کہ کس سچائی اور گہرائی سے ہم اس فرض کو ادا کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور انعاموں سے فیض اٹھانے والے بنتے ہیں۔ اگر ہم نے حقیقتاً تا قیامت ان انعاموں اور فضلوں کا وارث بننا ہے تو ہمیں انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے چلے جانا ہوگا اور اگر ہم اس طرح کریں گے تو پھر ہم دیکھیں گے کہ کس طرح دشمن کے مکر اور اس کے حربے اور اس کے حملے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تباہ و برباد ہوجاتے ہیں، کس طرح اللہ تعالیٰ خود ہی دشمن سے نپٹ لیتا ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ روحانی طور پر بھی ہم اور ہماری نسلیں ترقی کی منازل طے کرنے والی ہوں گی۔ ہم انفرادی دعاؤں کی قبولیت کے نشان بھی دیکھیں گے اور اجتماعی دعاؤں کی قبولیت کے نشان بھی دیکھیں گے اور یہ بات کبھی جھوٹی نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ نے ہمیں اس بات کی ضمانت دی ہے کہ جو دعا اللہ تعالیٰ کی ثنا اور مجھ پر درود بھیجتے ہوئے کرو گے وہ تمہاری حاجتیں پوری کرنے والی دعا ہوگی لیکن شرط یہ ہے کہ دل سے اور خلوصِ دل سے ادا کیا ہوا یہ درود ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کے بلند تر کرنے کی ایک تڑپ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دلی دعا ہو اور یہ اس صورت میں ہوسکتا ہے جب اس بات کی گہرائی اور حکمت کا بھی علم ہو۔

اس بارے میں بھی مختصراً بتا دیتا ہوں۔ درد سے دعا اس وقت نکلتی ہے جب یہ علم ہو کہ انسان دعا کر کیا رہا ہے۔ صرف منہ سے الفاظ ادا کرنے سے نہ ہی الفاظ کی گہرائی اور مطلب کا علم ہوسکتا ہے نہ یہ دل پر اثر کر سکتے ہیں جو ہونا چاہیے۔ اور اگر دل پر اثر نہ ہو تو وہ جوش اور وہ رقّت پیدا نہیں ہوسکتی۔ پس دل پر اثر کے لیے انسان کو پتہ ہونا چاہیے کہ دعا کر کیا رہا ہے اور کیوں کر رہا ہے؟ لاکھوں کروڑوں لوگ منہ سے درود کے الفاظ دہرا دیتے ہیں لیکن یہ پتہ نہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ درود پڑھنے کا ہمیں کیا فائدہ ہے؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا کیا فائدہ ہے؟ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ بیان فرمایا تھا۔ اس کا خلاصہ اس وقت مَیں کچھ حد تک پیش کر دیتا ہوں۔

درود میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ پہلے رکھا گیا ہے اور اَللّٰھُمَّ بَارِکْ بعد میں۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ صلوٰۃ کے معنی دعا کے ہیں اور اَللّٰھُمَّ صَلِّ کے معنی ہوئے کہ اے اللہ! تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا کر۔ اب دعا کرنے والے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا وہ دوسرے سے مانگتا ہے۔ دوسرے اس کی دعا ہے جس کا اپنا اختیار ہے اور وہ خود عطا کرتا ہے۔ جب ہم خدا تعالیٰ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ دعا کرتا ہے تو اس کے معنی ہیں کہ وہ اپنی مخلوق اور پیدا کی ہوئی چیزوں ہوا، پانی، زمین، پہاڑ باقی جو سب چیزیں ہیں ان سب کو کہتا ہے کہ میرے بندے کی تائید کرو۔ پس اَللّٰھُمَّ صَلِّ کے یہ معنی ہوئے کہ اے اللہ! تو ہر نیکی اور بھلائی اور دنیا و زمین و آسمان کی ہر چیز کی بھلائی اپنے رسول کے لیے چاہ اور ان کو عزت و عظمت عطا فرما، عزت و عظمت کو بڑھا اور پھر دیکھیں کہ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس سے بڑھ کر کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم تو اس بات کا احاطہ بھی نہیں کر سکتے کہ اللہ تعالیٰ کیا چاہتا ہے۔ پس یہ دعا اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دی کہ وہ یہ چاہے کہ جو زیادہ سے زیادہ مقام ہوسکتا ہے اور جو اس کی نظر میں ہوتا ہے یا وہ کیا چاہتا ہے وہ عطا فرما۔ اور اَللّٰھُمَّ بَارِکْ کے یہ معنے ہیں کہ اے اللہ! تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی رحمتیں، فضل اور انعامات جو تُو نے ان پر کیے ہیں انہیں اتنا بڑھا کہ سارے جہان کی رحمتیں اور برکتیں آپ پر اکٹھی ہوجائیں۔ اب پہلے اللہ تعالیٰ جو چاہے گا وہ عطا کرے گا اور کیا چاہا اس کا بھی ہم احاطہ نہیں کر سکتے۔ پھر اس میں اتنی برکتیں دے، ان کو بڑھاتا چلا جائے کہ وہ بالکل ہی ہمارے تصور اور احاطے سے باہر ہیں۔ پس جب آپؐ پر یہ سب باتیں، یہ دعائیں اکٹھی ہوں گی اور ان کے قائم رکھنے کے لیے ہم دعائیں کریں گے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں جو آپؐ کی امت کے لیے ہیں ان سے ہم بھی حصہ لے رہے ہوں گے۔ جب ہم دل میں درد رکھتے ہوئے آپ کے دین کی سربلندی اور آپؐ کی تمام دنیا میں حاکمیت کے لیے دعا کریں گے تو خدا تعالیٰ ہمیں بھی ان دعاؤں میں حصہ دار بنا کر ہمیں بھی درود سے فیض یاب کرے گا کیونکہ امّت کے لیے بھی ساتھ ہی دعا ہے۔ جو بیج ہم لگائیں گے اس کے پھلوں سے ہم بھی فیض یاب ہوں گے کیونکہ صَلِّ ایک بیج کی صورت ہے اور بَارِکْ اس کے پھلوں کی صورت ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 7 صفحہ 77-78)

لیکن شرط یہ ہے کہ خلوص دل سے، خلوص نیت سے یہ سب کچھ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم پر عمل ہو۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ ہو۔ حقیقی آل کا اہم حق ادا کرنے والے ہوں۔ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نام پر ظلم ہوں اور ساتھ درود پڑھ کر کہیں کہ ہم ان برکات کا مورد بھی بن جائیں جو درود پڑھنے والے کو ملتی ہیں۔ قانون توڑ کر لوگوں کو تکلیف میں ڈال کر پھر کہنا کہ ہم رسول کے عاشق ہیں اور آپ پر درود اور سلام بھیجنے والے ہیں اس لیے ہمیں کچھ نہ کہا جائے۔ سڑکیں بلاک کر دیں، مریض ہسپتال نہ پہنچ سکیں اس لیے کہ ہم اللہ اور رسول کے نام پر یہ سب کچھ کر رہے ہیں ہم صحیح ہیں۔ تو یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں کی صریح نافرمانی ہیں، مکمل طور پر نافرمانی ہیں اور قطعاً اس کی نہ اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے نہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے اور نہ ایسے لوگوں کے درود پھر کوئی فائدہ دیتے ہیں اور نہ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو بڑھانے کی بجائے اسے کم کرنے کی ایک گھناؤنی کوشش ہے۔ اسلام کو بدنام کرنے کی ایک کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس

کے رسولؐ کے نام پر جو ظلم ہوتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی پکڑ بھی سخت ہوتی ہے۔ یہ بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

پس درود کا حقیقی ادراک اگر کسی نے آج دنیا کو دینا ہے تو ہم احمدیوں نے دینا ہے۔ اس لیے اس رمضان میں جہاں درود کی طرف زیادہ توجہ دیں وہاں اپنے اندر وہ پاک تبدیلیاں بھی پیدا کرنے کی کوشش کریں جو اس درود کی قبولیت کے لیے ضروری ہیں اور اگر یہ قبول ہو جائے تو انسان کو اس کا فائدہ پہنچتا ہے، اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اس کی روحانی حالت بہتر ہوتی ہے، عشقِ رسول میں حقیقی ترقی ہو کر انسان اللہ تعالیٰ کا حقیقی قرب پاتا ہے اور حقیقی درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ کر پھر ان کی امّت کی ترقی کے سامان کر رہا ہوتا ہے۔ درود شریف کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے مزید ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی مومنوں کو فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا

(الاحزاب:57)

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے بھی رسولؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اب یہاں یہ بات اَور بھی واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی دعا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر آن آپؐ کے درجات بلند کرتا چلا جا رہا ہے اور آپؐ کی عظمت اور شان کو قائم رکھنے کے لیے سامان مہیا کرتا چلا جا رہا ہے اور اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کی یہ ذمہ داری لگائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر حقیقی عمل کرنے والے بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو۔ اس سے تم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ٹھہرو گے اور فرشتوں کی دعاؤں سے بھی فیض حاصل کرو گے کیونکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتے درود بھیجیں گے تو ان کا فیض آپؐ کی حقیقی امّت کو بھی اور ماننے والوں کو بھی پہنچے گا اور جب یہ فیض ہمیں پہنچے گا تو پھر شکر گزاری کا تقاضا ہے کہ ہم پہلے سے بڑھ کر درود بھیجنے والے بنیں اور یہ درود اور شکر گزاری ایسا نہ ختم ہونے والا ایک سلسلہ ہے جو ایک حقیقی مومن کو فیضیاب کرتا چلا جاتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کی وضاحت میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

’’ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی صدق و وفا دیکھئے۔ آپؐ نے ہر ایک قسم کی بدتحریک کا مقابلہ کیا۔طرح طرح کے مصائب و تکالیف اٹھائے لیکن پروا نہ کی۔ یہی صدق و وفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا (الاحزاب:57) …… اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے رسولؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم درود و سلام بھیجو نبیؐ پر۔ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کے لئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔ لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کیے۔ یعنی آپؐ کے اعمالِ صالحہ کی تعریف تحدید سے بیرون تھی۔‘‘ ان کا احاطہ کرنا بہت مشکل تھا۔ اس سے باہر تھی۔ ’’اس قسم کی آیت کسی اَور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپؐ کی روح میں وہ صدق و صفا تھا اور آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں۔‘‘

(ملفوظات جلد1 صفحہ37-38)

پس یہ شکر گزاری آخر ہمیں ہی فائدہ پہنچانے والی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس رمضان میں بھی اور بعد میں بھی ہمیں ہمیشہ درود کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے درود بھیجنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

دوسری بات جس کی طرف میں اس وقت خاص طور پر توجہ دلانی چاہتا ہوں وہ ہے استغفار۔ یہ دعا کہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ یعنی میں تمام گناہوں سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں جو میرا رب ہے اور اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکتا ہوں۔ یہ ایک ایسی دعا ہے جو انتہائی اہم ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں کہ

’’استغفار کے اصلی اور حقیقی معنے یہ ہیں کہ خدا سے درخواست کرنا کہ بشریت کی کوئی کمزوری ظاہر نہ ہو اور خدا فطرت کو اپنی طاقت کا سہارا دے اور اپنی حمایت اور نصرت کے حلقہ کے اندر لے لے۔ یہ لفظ غَفَرَ سے لیا گیا ہے جو ڈھانکنے کو کہتے ہیں۔سو اس کے یہ معنے ہیں کہ خدا اپنی قوت کے ساتھ شخص مستغفِر کی فطرتی کمزوری کو ڈھانک لے۔ لیکن بعد اس کے عام لوگوں کے لئے اس لفظ کے معنی اور بھی وسیع کئے گئے اور یہ بھی مراد لیا گیا کہ خدا گناہ کو جو صادر ہو چکا ہے ڈھانک لے۔ لیکن اصل اور حقیقی معنی یہی ہیں کہ خدا اپنی خدائی کی طاقت کے ساتھ مستغفِر کو جو استغفار کرتا ہے فطرتی کمزوری سے بچاوے اور اپنی طاقت سے طاقت بخشے اور اپنے علم سے علم عطا کرے اور اپنی روشنی سے روشنی دے کیونکہ خدا انسان کو پیدا کر کے اس سے الگ نہیں ہوا بلکہ وہ جیسا کہ انسان کا خالق ہے اور اس کے تمام قویٰ اندرونی اور بیرونی کا پیدا کرنے والا ہے ویسا ہی وہ انسان کا قیوم بھی ہے یعنی جو کچھ بنایا ہے اس کو خاص اپنے سہارے سے محفوظ رکھنے والا ہے۔‘‘ قائم رکھنے والا ہے۔فرمایا ’’پس جبکہ خدا کا نام قیوم بھی ہے یعنی اپنے سہارے سے مخلوق کو قائم رکھنے والا۔ اس لئے انسان کے لئے لازم ہے کہ جیسا کہ وہ خدا کی خالقیت سے پیدا ہوا ہے ایسا ہی وہ اپنی پیدائش کے نقش کو خدا کی قیومیت کے ذریعہ سے بگڑنے سے بچاوے …… پس انسان کے لئے یہ ایک طبعی ضرورت تھی جس کے لئے استغفار کی ہدایت ہے۔ اسی کی طرف قرآن شریف میں یہ اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ (البقرۃ:256) …… سو وہ خدا خالق بھی ہے اور قیوم بھی۔ اور جب انسان پیدا ہو گیا تو خالقیت کا کام تو پورا ہو گیا مگر قیومیت کا کام ہمیشہ کے لئے ہے اسی لئے دائمی استغفار کی ضرورت پیش آئی۔‘‘ اپنی حالتوں کو بگڑنے سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی صفت قیومیت یہاں اس صورت میں کام آتی ہے جب دائمی استغفار آدمی کرتا ہے۔ ’’غرض خدا کی ہر ایک صفت کے لئے ایک فیض ہے۔ پس استغفار صفت قیومیت کا فیض حاصل کرنے کے لئے کرتے رہنے کی طرف اشارہ سورۃ فاتحہ کی اس آیت میں ہے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی اس بات کی مدد چاہتے ہیں کہ تیری قیومیت اور ربوبیت ہمیں مدد دے اور ہمیں ٹھوکر سے بچاوے تا ایسا نہ ہو کہ کمزوری ظہور میں آوے اور ہم عبادت نہ کر سکیں۔‘‘

(عصمتِ انبیاءؑ، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 671-672)

پس عبادتوں کے بجا لانے کے لیے، شیطان کے حملوں سے بچنے کے لیے، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے کے لیے استغفار ایک انتہائی اہم اور ضروری چیز ہے۔صرف یہ نہیں کہ جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو پھر ہی استغفار کرنی ہے۔ بے شک اس وقت بھی استغفار اور توبہ بہت ضروری ہے کیونکہ پچھلے گناہ کی بخشش اور آئندہ گناہوں سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہے جو استغفار کے ذریعہ سے ملتی ہے۔ پس گناہ سرزد ہونے پر بھی اور نہ سرزد ہونے پر بھی دونوں صورتوں میں استغفار انتہائی اہم ہے۔ شیطان تو ہمارے راستے پر کھڑا ہے۔ انسان اپنی کوششوں سے اس سے بچ نہیں سکتا۔ انسان یہ کہہ دے کہ میں اپنی کوشش سے اس سے بچ جاؤں گا تو ممکن نہیں۔ اس کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہی جائے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری مدد حاصل کرنے کے لیے، میری مدد چاہنے کے لیے تم کثرت سے استغفار کرو۔ یہی ذریعہ ہے جو آئندہ شیطانی حملوں سے بھی محفوظ رکھے گا اور گذشتہ گناہوں کی معافی کا بھی ذریعہ بنے گا۔ انسان کمزور ہے اس لیے استغفار بہت ضروری ہے کیونکہ استغفار طاقت دیتا ہے۔ استغفار طاقت دیتا ہے کہ بشری کمزوریوں سے بچائے اور شیطان کے حملوں سے بچنے کی طاقت دے۔ پس مسلسل استغفار اللہ تعالیٰ کی صفت قیومیت کو حرکت میں لائے گی اور استغفار کرنے والا ہر برائی سے بچایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تو اپنی طرف آنے والے کو اپنے ساتھ چمٹانے والا ہے۔ جو شخص گناہوں کے ارتکاب کے بعد توبہ کرتے ہوئے اس کی طرف آتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بھی توبہ قبول کرتا ہے اور جو گناہوں سے بچنے کے لیے، شیطانی حملوں سے بچنے کے لیے اس کی طرف دوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی استغفار بھی قبول کرتا ہے۔ اسے شیطان کے حملوں سے بچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی وسعت کتنی زیادہ ہے اس بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ یہ ہر چیز پر حاوی ہے۔ اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک شخص کا قصّہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس نے ننانوے قتل کیے۔ آخر ندامت ہوئی اور توبہ کا خیال آیا۔ آخر وہ ایک عالم کے پاس گیا۔ اس سے توبہ کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا اتنے گناہ اور اتنے قتل کر کے تم کس طرح بخشے جا سکتے ہو؟ اس شخص نے اس عالم کو بھی قتل کر دیا اور اس طرح سو قتل ہو گئے۔ اس کے بعد پھر اسے ندامت ہوئی۔ جب سو قتل ہو گئے تو پھر ندامت ہوئی کہ یہ میں نے کیا کر دیا۔ پھر ایک بڑے عالم کے پاس پہنچا۔ اس سے بات کی۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے ہاں توبہ کا دروازہ تو ہر وقت کھلا ہے۔ اگر تم حقیقی توبہ کرنا چاہتے ہو تو پھر سنو کہ فلاں علاقے میں جاؤ۔ وہاں لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوں گے، دین کے کام کر رہے ہوں گے۔تم ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ لیکن یاد رکھو! پھر اپنے علاقے میں واپس نہیں آنا۔ حقیقی توبہ یہی ہے کہ پھر پرانے

رابطے جو گناہ کا ذریعہ بنتے رہے ہیں وہ سب ختم کرنے ہوں گے۔ حقیقی توبہ یہی ہے کہ پھر اس علاقے میں واپس نہیں آنا۔ چنانچہ وہ اس طرف چل پڑا۔ ابھی آدھا راستہ طے کیا تھا کہ موت آ گئی۔ جب مر گیا تو رحمت اور عذاب کے فرشتے پہنچ گئے اور آپس میں جھگڑنے لگے کہ اسے ہم نے اپنے ساتھ لے جانا ہے۔ رحمت کا فرشتہ یہ کہتا تھا کہ اس شخص نے توبہ کر لی تھی اس لیے یہ جنت میں جائے گا۔ عذاب کا فرشتہ یہ کہتا تھا کہ اس نے زندگی میں کوئی نیکی نہیں کی، کوئی نیک کام نہیں کیا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ جنت میں جائے؟ یہ نہیں بخشا جا سکتا۔ اتنے میں ایک تیسرا فرشتہ بھی آیا اور ایک صورت پیدا ہوئی جس نے ثالث بن کر یہ فیصلہ کیا کہ جس علاقے سے یہ آ رہا ہے اور جس طرف جا رہا ہے ان کا فاصلہ ماپ لو۔ اس میں سے جس علاقے کے وہ زیادہ قریب ہو گا اسے وہیں لے جانا۔ جب انہوں نے فاصلہ ماپا تو وہ اس علاقے کے زیادہ قریب تھا جس طرف وہ گناہوں سے توبہ کرنے اور نیک کام کرنے کے لیے جا رہا تھا تو اس پر رحمت کے فرشتے اسے جنت میں لے گئے۔

(صحیح مسلم کتاب التوبة باب قبول توبة القاتل، وان کثر قتلہ حدیث ۷۰۰۸)

تو یہ ہیں اللہ تعالیٰ کی بخشش کے سامان۔ انتہائی ظالم اور قاتل کے بھی، جب اس نے صحت کی حالت میں توبہ کی تو اس نے بخشش کے سامان کر دیے۔ آج کل بہت سے بچے بھی اور نوجوان بھی یہ سوال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس حد تک بخشتا ہے تو اس حدیث سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ مَیں توبہ قبول کرتا ہوں اور میری رحمت بہت وسیع ہے تو اس کی کوئی حد نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ انسان حقیقی توبہ کرنے والا ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ پر اتنا خوش ہوتا ہے کہ اتنا وہ شخص بھی خوش نہیں ہوتا جسے جنگل بیابان میں اپنی گمشدہ اونٹنی مل جائے۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب التوبة حدیث ۶۳۰۹)

اللہ تعالیٰ تو اپنی طرف بڑھنے والوں کی طرف بڑھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) اگر کوئی ایک ہاتھ میرے قریب آتا ہے تو میں دوگنا اس کے قریب ہوتا ہوں دو ہاتھ اس کے قریب جاتا ہوں۔ اگر وہ چل کر آتا ہے تو میں دوڑ کر آتا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ ویحذرکم اللہ نفسہ حدیث ۷۴۰۵)

پس یہ ہمارا کام ہے کہ اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کے لیے بھی اور اپنے گناہ معاف کروانے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھیں اور جہنم سے بچیں اور یہ مہینہ اللہ تعالیٰ نے خاص اس کام کے لیے ہمیں دیا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھائیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام توبہ اور مغفرت کی وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’یاد رہے کہ توبہ اور مغفرت سے انکار کرنا درحقیقت انسانی ترقیات کے دروازہ کو بند کرنا ہے کیونکہ یہ بات تو ہر ایک کے نزدیک واضح اور بدیہیات سے ہے کہ انسان کامل بالذات نہیں‘‘ اپنی ذات میں مکمل نہیں ہے ’’بلکہ تکمیل کا محتاج ہے اور جیسا کہ وہ اپنی ظاہری حالت میں پیدا ہو کر آہستہ آہستہ اپنی معلومات وسیع کرتا ہے، پہلے ہی عالم فاضل پیدا نہیں ہوتا، اِسی طرح وہ پیدا ہو کر جب ہوش پکڑتا ہے تو اخلاقی حالت اس کی نہایت گری ہوئی ہوتی ہے۔ چنانچہ جب کوئی نوعمر بچوں کے حالات پر غور کرے تو صاف طور پر اس کو معلوم ہو گا کہ اکثر بچے اس بات پر حریص ہوتے ہیں کہ ادنیٰ ادنیٰ نزاع کے وقت دوسرے بچہ کو ماریں اور اکثر ان سے بات بات میں جھوٹ بولنے اور دوسرے بچوں کو گالیاں دینے کی خصلت مترشح ہوتی ہے اور بعض کو چوری اور چغل خوری اور حسد اور بخل کی بھی عادت ہوتی ہے اور پھر جب جوانی کی مستی جوش میں آتی ہے تو نفسِ امّارہ ان پر سوار ہو جاتا ہے اور اکثر ایسے نالائق اور ناگفتنی کام ان سے ظہور میں آتے ہیں جو صریح فسق و فجور میں داخل ہوتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ اکثر انسانوں کے لئے اول مرحلہ گندی زندگی کا ہے اور پھر جب سعید انسان اوائل عمر کے تند سیلاب سے باہر آ جاتا ہے تو پھر وہ اپنے خدا کی طرف توجہ کرتا ہے اور سچی توبہ کر کے ناکردنی باتوں سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور اپنے فطرت کے جامہ کو پاک کرنے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ یہ عام طور پر انسانی زندگی کے سوانح ہیں جو نوع انسان کو طے کرنے پڑتے ہیں۔ پس اِس سے ظاہر ہے کہ اگر یہی بات سچ ہے کہ توبہ قبول نہیں ہوتی تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا ارادہ ہی نہیں کہ کسی کو نجات دے۔‘‘

(چشمۂ معرفت۔ روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 192-193)

اور یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ میں نجات دینا چاہتا ہوں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’واضح ہو کہ توبہ لغت عرب میں رجوع کرنے کو کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کا نام بھی توّاب ہے یعنی بہت رجوع کرنے والا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب انسان گناہوں سے دستبردار ہو کر صدق دل سے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس سے بڑھ کر اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور یہ امر سراسر قانونِ قدرت کے مطابق ہے کیونکہ جب کہ خدا تعالیٰ نے نوع انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ جب ایک انسان سچے دل سے دوسرے انسان کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس کا دل بھی اس کے لئے نرم ہو جاتا ہے تو پھر عقل کیونکر اِس بات کو قبول نہیں کر سکتی ہے کہ بندہ تو سچے دل سے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرے مگر خدا اس کی طرف رجوع نہ کرے۔‘‘ آپس میں دو انسان تو اس پہ عمل کر لیتے ہیں، فطرت ہے لیکن پھر اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہنا کہ وہ رجوع نہیں کرے گا باوجود انسان کے رجوع کرنے کے، یہ نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا کہ ’’مگر خدا اس کی طرف رجوع نہ کرے بلکہ خدا جس کی ذات نہایت کریم و رحیم واقع ہوئی ہے وہ بندہ سے بہت زیادہ اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔‘‘ اصل چیز یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات تو نہایت کریم و رحیم ہے وہ بہت زیادہ بندے کی طرف رجوع کرتا ہے۔ فرمایا: ’’اِسی لئے قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کا نام ...... توّاب ہے یعنی بہت رجوع کرنے والا۔ سو بندہ کا رجوع تو پشیمانی اور ندامت اور تذلل اور انکسار کے ساتھ ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا رجوع رحمت اور مغفرت کے ساتھ۔ اگر رحمت خدا تعالیٰ کی صفات میں سے نہ ہو تو کوئی مَخلصی نہیں پا سکتا۔ افسوس! کہ ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی صفات پر غور نہیں کیا اور تمام مدار اپنے فعل اور عمل پر رکھا ہے مگر وہ خدا جس نے بغیر کسی کے عمل کے ہزاروں نعمتیں انسان کے لئے زمین پر پیدا کیں کیا اس کا یہ خُلق ہو سکتا ہے کہ انسان ضعیف البنیان جب اپنی غفلت سے متنبہ ہو کر اس کی طرف رجوع کرے اور رجوع بھی ایسا کرے کہ گویا مر جاوے اور پہلا ناپاک چولہ اپنے بدن پر سے اتار دے اور اس کی آتشِ محبت میں جل جائے تو پھر بھی خدا اس کی طرف رحمت کے ساتھ توجہ نہ کرے کیا اِس کا نام خدا کا قانون قدرت ہے؟‘‘

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 133-134)

پھر آپؑ نے فرمایا ’’خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ انسان اگر سچے دل سے اخلاص لے کر رجوع کرے تو وہ غفور رحیم ہے اور توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔ یہ سمجھنا کہ کس کس گناہگار کو بخشے گا خدا تعالیٰ کے حضور سخت گستاخی اور بے ادبی ہے۔ اس کی رحمت کے خزانے وسیع اور لاانتہا ہیں۔ اس کے حضور کوئی کمی نہیں۔ اس کے دروازے کسی پر بند نہیں ہوتے۔ انگریزوں کی نوکریوں کی طرح نہیں ہے کہ اتنے تعلیم یافتہ کو کہاں سے نوکریاں ملیں۔ خدا کے حضور جس قدر پہنچیں گے سب اعلیٰ مدارج پائیں گے۔ یہ یقینی وعدہ ہے۔ وہ انسان بڑا ہی بدقسمت اور بدبخت ہے جو خدا تعالیٰ سے مایوس ہو اور اس کی نزع کا وقت غفلت کی حالت میں اس پر آ جاوے۔‘‘ جو خدا تعالیٰ سے مایوس ہو اور اس کی نزع کا وقت غفلت کی حالت میں اس پر آ جاوے ’’بیشک اس وقت دروازہ بند ہو جاتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 296-297)

پس اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے دروازے کھلے ہیں۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ انسان صحت کی حالت میں توبہ کرے نہ یہ کہ آخری سانس لیتے ہوئے۔ پس ان دنوں میں ہمیں بہت زیادہ توبہ اور استغفار کرنی چاہیے کہ یہ رمضان کا مہینہ قبولیتِ دعا کا مہینہ بھی ہے اور پھر اس کا آخری عشرہ جہنم سے بچانے والا بھی ہے۔ گناہوں سے معافی اور نیکیاں کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ سے ہی ملتی ہے۔ اگر اس سے ہم جُڑ جائیں، اللہ تعالیٰ سے ہم جُڑ جائیں تو ہماری دنیا و عاقبت سنور جائے گی۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ ہم احمدیوں کے لیے تو بعض جگہ زمینیں انتہا سے زیادہ تنگ کی جا رہی ہیں۔ ان مشکلات سے نکلنے کے لیے ایک ہی حل ہے کہ ہم اپنا تعلق خدا تعالیٰ سے جوڑ لیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق جُڑ گیا، ہمارے درود اور ہمارے استغفار اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے ہو گئے تو دشمن ہزار کوششیں کر لے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا لیکن اگر اللہ تعالیٰ ہم سے راضی نہیں تو دنیا کا کوئی حیلہ ہمیں فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ ان کی کوئی کوشش ہمیں فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ پس ہمیں چاہیے کہ خدا تعالیٰ سے اپنے اس تعلق کو مضبوط کریں۔

رمضان کی دعاؤں میں مخالفین کے شر سے بچنے کے لیے بھی بہت دعائیں کریں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ بعض جگہ احمدیوں پر بہت زیادہ مشکلات طاری کی جا رہی ہیں۔ بہت زیادہ مشکلات میں احمدی گرفتار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔ ان کو مخالفین کے شر سے محفوظ رکھے۔ پاکستان کے احمدی خود بھی خاص طور پر ان دنوں میں اپنے لیے اور جماعتی حوالے سے بھی بہت زیادہ دعائیں کریں۔ پھر آج کل اسی طرح جو کورونا کی وبا پھیلی ہوئی ہے اس سے بھی محفوظ رہنے کے لیے بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ اس بلا سے بھی دنیا کو نجات دے، ہمیں بھی محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی رنگ میں درود اور استغفار کرنے والا بنائے۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...☆...☆

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھیں اس بارے میں پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں یہ سوچ کر نہ بیٹھ جائیں کہ اب ہمیں کس طرح علم حاصل ہوسکتا ہے۔ اب ہم کس طرح اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔حضرت مصلح موعودؓ نے تو لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا جوسکھائی گئی، جب یہ آیت اتری آپؐ کی عمر پچپن، چھپّن سال تھی۔ تو کہتے ہیں کہ یہ اس لئے ہے کہ مومنوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے کہ ہمارے لئے بھی ہے۔ کسی بھی عمر میں علم حاصل کرنے سے غافل نہیں ہونا چاہئے اور مایوس نہیں ہونا چاہئے پھر اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ: ’’دنیا میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بچپن سیکھنے کا زمانہ ہوتا ہے، جوانی عمل کا زمانہ ہوتا ہے اور بڑھاپا عقل کا زمانہ ہوتا ہے۔ لیکن قرآن کریم کی رو سے ایک حقیقی مومن ان ساری چیزوں کو اپنے اندر جمع کر لیتا ہے۔ اس کا بڑھاپا اسے قوت عمل، اور علم کی تحصیل سے محروم نہیں کرتا۔ اس کی جوانی اس کی سوچ کو ناکارہ نہیں کر دیتی بلکہ جس طرح بچپن میں جب وہ ذرا بھی بولنے کے قابل ہوتا ہے ہر بات کو سن کر اس پر فوراً جرح شروع کر دیتا ہے اور پوچھتا ہے کہ فلاں بات کیوں ہے اور کس لئے ہے اور اس میں علم سیکھنے کی خواہش انتہا درجہ کی موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کا بڑھاپا بھی علوم سیکھنے میں لگا رہتا ہے۔ اور وہ کبھی بھی اپنے آپ کو علم کی تحصیل سے مستغنی نہیں سمجھتا۔ اس کی موٹی مثال ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات میں ملتی ہے، آپ کو پچپن، چھپّن سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ الہاماً فرماتا ہے کہ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔یعنی اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے ساتھ ہمارا سلوک ایسا ہی ہے جیسے ماں کا اپنے بچے کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے بڑی عمر میں جہاں دوسرے لوگ بیکار ہو جاتے ہیں اور زائد علوم اور معارف حاصل کرنے کی خواہش ان کے دلوں سے مٹ جاتی ہے اور ان کو یہ کہنے کی عادت ہو جاتی ہے کہ ایسا ہوا ہی کرتا ہے، تجھے ہماری ہدایت یہ ہے کہ ہمیشہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا رہ کہ خدایا میرا علم اور بڑھا، میرا علم اور بڑھا۔ پس مومن اپنی زندگی کے کسی مرحلے میں بھی علم سیکھنے سے غافل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں وہ ایک لذت اور سرور محسوس کرتا ہے اس کے مقابل میں جب انسان پر ایسا دور آجاتا ہے جب وہ سمجھتا ہے میں نے جو کچھ سیکھنا تھا سیکھ لیا ہے اگر میں کسی امر کے متعلق سوال کروں گا تو لوگ کہیں گے کیسا جاہل ہے اسے ابھی تک فلاں بات کا بھی پتہ نہیں تو وہ علم حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا ہے۔ دیکھ لو حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑی عمر کے آدمی تھے مگر پھر بھی کہتے ہیں رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ ابراہیم! تُو تو پچاس ساٹھ سال کا ہو چکا ہے اور اب یہ بچوں کی سی باتیں چھوڑ دے۔ بلکہ اس نے بتایا کہ ارواح کس طرح زندہ ہوا کرتی ہیں۔ پس ہر عمر میں علم سیکھنے کی تڑپ اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے۔ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ الٰہی میرا علم بڑھا۔ کیونکہ جب تک انسانی قلب میں علوم حاصل کرنے کی ہر وقت پیاس نہ ہو اس وقت تک وہ کبھی ترقی حاصل نہیں کرسکتا‘‘۔

(تفسیر کبیر جلد نمبر ۵ صفحہ ۴۶۹، ۴۷۰)

(خطبہ جمعہ 18/ جون 2004)

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو‘‘۔

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۴ تا ۳۰۷)

چنانچہ دیکھ لیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد آپؑ نے ہمیں خوشخبریاں بھی دے دی تھیں کہ آپؑ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ان شاء اللہ خلافت دائمی رہے گی اور دشمن دو خوشیاں کبھی نہیں دیکھ سکے گا کہ ایک تو وفات کی خبر اس کو پہنچے اور اس پر خوش ہو۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر ایسے بھی تھے جنہوں نے خوشیاں منائیں اور پھر یہ کہ وہ جماعت کے ٹوٹنے کی خوشی وہ دیکھ سکیں گے، یہ کبھی نہیں ہو گا۔ دشمن نے بڑا شور مچایا، بڑا خوش تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا جو وعدہ تھا کہ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا کا ہمیں نظارہ بھی دکھایا۔ اور بعض لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب کافی عمر رسیدہ ہو چکے ہیں، طبیعت کمزور ہو چکی ہے اور شاید اس طرح خلافت کا کنٹرول نہ رہ سکے اور شاید وہ خلافت کا بوجھ نہ اٹھا سکیں اور انجمن کے بعض عمائدین کا خیال تھا کہ اب ہم اپنی من مانی کرسکیں گے۔ کیونکہ عمر کی وجہ سے بہت سارے معاملات ایسے ہیں جو اگر ہم حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت میں نہ بھی پیش کریں تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا اور ان کو پتہ نہیں چلے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دشمن کی یہ تمام اندرونی اور بیرونی جو بھی تدبیریں تھیں ان کو کامیاب نہیں ہونے دیا اور اندرونی فتنے کو بھی دبا دیا اور دنیا نے دیکھا کہ کس طرح ہر موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اس فتنہ کو دبایا اور کتنے زور اور شدت سے اس کو دبایا اور کس طرح دشمن کا منہ بند کیا۔

آپؓ فرماتے ہیں:

’’چونکہ خلافت کا انتخاب عقل انسانی کا کام نہیں، عقل نہیں تجویز کرسکتی کہ کس کے قویٰ قوی ہیں کس میں قوت انسانیہ کامل طور پر رکھی گئی ہے۔ اس لئے جناب الٰہی نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ خلیفہ بنانا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے وَعَدَہٗ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۲۵۵)

فرمایا کہ: ’’مجھے نہ کسی انسان نے، نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی رداء کو مجھ سے چھین لے‘‘۔ (الفرقان، خلافت نمبر۔مئی جون ۱۹۶۷ء صفحہ ۲۸)

(خطبہ جمعہ 14/ مئی 2004ء)

آج کی دعا

فَافۡرُقۡ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ (سورۃ المائدہ:26)

ترجمہ: پس ہمارے درمیان اور فاسق قوم کے درمیان فرق کر دے۔

یہ حضرت موسیٰؑ کی اپنے اور فاسق (نافرمان) قوم کے درمیان فیصلہ کرنے کی خدا کے حضور پیاری دعا ہے۔

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس دعا کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’فَافۡرُقۡ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ (المائدہ:26) ہمارے درمیان اور فاسق قوم کے درمیان فرق کر دے۔ اس دعا کو بھی آجکل بہت پڑھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بھی عقل دے اور مسلمان ملکوں میں جماعت کے لئے راستے کھولے تا کہ ان کو صحیح طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام پہنچایا جاسکے اور اس راستے میں جو روکیں ہیں، جو سختیاں ہیں جو ان مسلمان کہلانے والوں نے احمدیوں پر روا رکھی ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو دور فرمائے۔‘‘

(خطباتِ مسرور جلد 4 صفحہ:520، خطبہ جمعہ 13/ اکتوبر 2006ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

24مئی2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:14	18:56
مدینہ منورہ	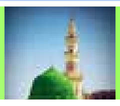	04:06	19:03
قادیان	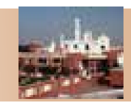	03:51	19:24
ربوہ		03:31	19:04
اسلام آباد ٹلفورڈ	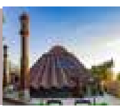	03:31	21:00